۱۱

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دو گروہ بیان فرمائے ہیں

(فرمودہ ۲۰-فروری ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

تشہّد ' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:-

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ- صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ- اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَ اللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ- يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1]-

اور پھر فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دوگروہ بیان فرمائے ہیں- پچھلی آیات میں تو فرمایا تھا کہ منافق کون ہوتے ہیں' اب یہاں مثال دے کر سمجھایا ہے- ایک منافق تو وہ ہوتے ہیں جو دل سے تو منکر ہوتے ہیں مگر ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم مؤمن ہیں- اور دوسرے وہ ہیں جو دل سے تو سچا یقین کرتے ہیں اور مانتے ہیں لیکن لوگوں سے ڈر کے مارے ظاہر نہیں کرتے اور عمل کی طاقت نہیں رکھتے- وہ لوگوں سے ڈر کر گھبرا جاتے ہیں' مال وجان کے خوف کے مارے ایمان ظاہر نہیں کرسکتے-

نبی کریم ﷺ جب مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ کی حالت بہت خطرناک تھی- مدینہ والوں نے جب باہر کے دشمنوں کو دیکھا اور اپنی حالت کو دیکھا تو انہوں نے اتفاق کی غرض سے عبداللہ بن اُبی کو اپنا سردار بنانا چاہا تھا- وہ بالکل تیار ہی تھے کہ اسے سردار بنالیں تو نبی کریم ﷺ مدینہ پہنچ گئے- ان کو ایک بنا بنایا بادشاہ مل گیا جس نے ان کو خانہ جنگیوں اور آئے دن کے فسادوں کی بجائے محبت وپیار کی ایک اعلیٰ چٹان پر کھڑا کردیا- اوران کو اس کے رسے میں جکڑدیا- تووہ خدائی بادشاہ کی بجائے اور کسی کو کیوں بادشاہ بناتے- اس لئے پھراس سے عبداللہ بن اُبی کو بڑاصدمہ ہوا ؎۲-

اس نے بھی لوگوں کو ادھر دیکھ کر آپ کی اطاعت کرلی اورچونکہ وہ تاب مقابلہ نہیں رکھتا تھااس لئے اس کے ہم عقیدہ لوگ بھی بظاہراس کے ساتھ ہی ہوگئے- مگربہ باطن انہوں نے حکومت کے حصول کیلئے اردگرد کے یہود کو اُبھارنا شروع کیا- اور کفار قریش کو بھی جوش دلانا شروع کیا اورکہا کہ باہر سے تم حملہ آور ہونا اوراندرسے ہم ان کی جڑ اکھاڑیں گے اوراس طرح مل ملا کرانہوں نے مسلمانوں کو تباہ کردینے کا منصوبہ کیا- باہر سے یہود اور کفار نے حملے کرنے شروع کردیئے' مسلمان کل ہزارڈیڑھ ہزارتھے' انہوں نے سوچا تھا کہ ان کو اس طرح تباہ کرسکیں گے- لیکن جو راہ انہوں نے اپنے نفع کیلئے سوچی تھی وہی ان کیلئے وبالِ جان بن گئی- وہ چونکہ اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے تھے تو اب گروہ کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے- کفار جب ہار جاتے تو آخر ان کا نفاق کھل جاتا- اور ان سے سوال کیا جاتا کہ تم جو اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے تھے تو تم ان کے ساتھ کیوں مل گئے- جنگِ اُحد میں عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو لے کراس خیال سے واپس ہوگیا کہ مسلمانوں نے تو بہرحال شکست کھانی ہی ہے اوریہ مارے جائیں گے اس لئے ان کا ساتھ مت دو ؎۳- اس موقع پر ان کا نفاق کھل گیا- مسلمان باوجود زخمی ہونے کے پھر بھی مقابلہ پر آگئے اورکفار کو شکست دی- ان کو بجائے فائدہ کے نقصان اٹھانا پڑا- اور منافقوں نے جو مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے آگ جلائی تھی انہوں نے اس کو خوب بھڑکایا- اور وہ روشن ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھادیا اوران کے نورِاسلام کو (جو تھوڑا بہت ان میں تھا) لے گیا- ان منافقوں کی منافقت ظاہر ہوگئی اورجس عارضی روشنی سے وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے وہ بھی جاتی رہی اور وہ اندھیروں میں آگئے- اب انہوں نے اپنے اوپر سے وہ الزام ہٹانے کیلئے اوراس بات کو چھپانے

کیلئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے شروع کردیئے۔ انہوں نے اپنی منافقت کو چھپاناچاہا اور سوچنے لگے کہ کیا بات بناویں اوران کو کیا جواب دیں کہ جس سے ان کی سرخروئی ہو اور یہ داغ ان پر سے مٹ جاوے۔ مگر جس کا نہ کان ہو نہ زبان ہو نہ آنکھ ہو کچھ بھی نہ ہو اس کا کیاحال ہو گا۔ یہی کہ وہ راستہ سے بھٹک جاوے گااور تباہی میں گرے گا۔

سننے والا توکسی پکارنے والے کی آواز سن کر ہی راستہ پر چل پڑا۔ اور دیکھنے والا اپنی آنکھوں سے کام لے کر چلے گا۔ لیکن جس کا تینوں میں سے کچھ بھی نہ ہواُسے تو نہ پکارنے والے کی پکار فائدہ دے سکتی ہے نہ راستہ دکھلانے والے کا راستہ دکھلانا کام آسکتاہے وہ تو بہرحال تباہی سے نہیں بچ سکتا اوراس سے لوٹ نہیں سکتا۔ وہ تواس میں ہی گرے گا اس لئے فرمایا۔ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ دوسرے وہ جو کہ دل سے مانتے ہیں لیکن اپنا ایمان ظاہر نہیں کرسکتے یا مال کے ڈر سے وہ کچھ نہیں کرتے۔ ادھر چندوں کاحکم دیا گیا تو یہ لوگوں سے ڈر گئے اورنہ دیا۔ ادھر دشمن سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا لیکن یہ گھبرا کر بھاگ گئے یا مقابلہ ہی نہ کیا یا گئے ہی نہیں۔ ایسوں کی مثال دی۔ اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ۔ بادل جب آتا ہے توسورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتاہے۔ تو عقلمند لوگ اس سے ناخوش نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ اس سے پھر بارش ہوگی اور زمین سرسبز وشاداب ہوگی۔ جو عقلمند لوگ ہوتے ہیں وہ تواپنی کھیتیوں کو پانی دینے کیلئے تیاری کرلیتے ہیں لیکن بیوقوف اپنی کھیتی کو کاٹ کراس سے پانی نکال دینے کا سامان کرتے ہیں۔

اسی طرح انبیاء کا معاملہ ہے جب نبی آتاہے تودنیا میں جوفیضان جاری ہوتاہے وہ رُک جاتاہے جیسا کہ بادل کے سبب سورج کی روشنی رُک جاتی ہے ۔ لیکن جب وہ بادل برستاہے توپھروہ روشنی بہت نفع مند ہوتی ہے۔ اوراگر برخلاف اس کے بادل نہ ہوں تووہی سورج ان کیلئے ہلاکت کا موجب بن جاوے اور لوگ تباہ ہوجائیں۔ اسی طرح انبیاء کے آنے پر جو فیضان رُک جاتے ہیں وہ پھراس رحمتِ الٰہی کے ساتھ دگنے ہو ہوکر لوگوں کو ملتے ہیں۔ انبیاء سے پہلے لوگ عیاش ہوجاتے ہیں۔ ان کو ان کی غلطیوں اورخطاکاریوں پر متنبہ کیا جاتاہے۔ وہ نہیں رُکتے تو طرح طرح کی بلائیں نازل ہوتی ہیں جن سے بظاہر تو لوگ تکلیف محسوس کرتے ہیں اوران کو دکھ معلوم ہوتاہے۔ مگر سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں اورایمان لا کر ان دکھوں سے رہائی پاتے ہیں اوروہ مصیبتیں ان کیلئے رحمت بن جاتی ہیں۔ پس انبیاء کی آمد کا معاملہ بادل کی

مثال دے کر سمجھایا کہ کسان سمجھتا ہے کہ میرا اس بادل سے فائدہ ہے تو وہ اپنی زمین کیلئے جلد جلد سامان تیار کرتا ہے اور پانی کو روکنے کا انتظام کرتا ہے۔ لیکن جو بے سمجھ زمیندار ہو وہ اپنی زمین کے بند توڑدیتا ہے کہ پانی اس کی زمین میں نہ ٹھہرے۔ بعض سمجھدار تو ہوتے ہیں لیکن وہ بجلی سے ڈرتے ہیں' اس لئے باہر نہیں نکلتے اوراپنی زمین کا انتظام نہیں کرتے حالانکہ کڑک سے پہلے وہ بجلی گرچکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ اللّٰہُ مُحِیْطٌ بِا لْکٰفِرِیْنَ۔ فرمایا۔ ان سے مت ڈرو' ہم ان کو تباہ کردیں گے۔ ڈرے تو کوئی اس سے جس کے بچ جانے کا اندیشہ ہو لیکن ہم نے ان کو تباہ ہی کردینا ہے تو تم پھران سے کیوں ڈرتے ہو۔

خدا کی باتیں تو ہو کر رہتی ہیں' کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے کیا فائدہ۔ غرض ان دو مثالوں میں علمی اور عملی منافقوں کی حالت کا نقشہ دکھایا ہے۔ پہلوں کو تو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فرمایا ہے کیونکہ ان میں ایمان ہی نہیں۔ اوردوسروں کیلئے یَکَادُالْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ آیا۔ کیونکہ ان کی آنکھوں میں نور تو ہے مگر وہ اس سے کام نہیں لیتے۔ انہوں نے اگر اپنی آنکھوں سے کام نہ لیا تو جس طرح اگر کسی عضو سے کام نہ لیا جاوے تو وہ بیکار ہوجاتا ہے' ایسے ہی ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی اور بے کارکردی جائیں گی۔اوران کی بینائی ماردی جائے گی۔ مومن کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور گھبرانا نہ چاہیئے۔ مومن کی اللہ تعالیٰ خود مدد کرتا ہے۔ پچھلے وقتوں میں توصرف کمزور آدمی ہی نفاق کرتے تھے لیکن اب اس وقت میں بڑے بڑے بھی نفاق کرتے ہیں۔ اس لئے بہت خطرناک وقت ہے' تم مومن بنو اورایسی باتوں سے بچو کیونکہ مومن کو ہمیشہ ہوشیار رہناچاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(الفضل ۲۵۔فروری ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۱۸تا۲۱

۲؎ بخاری کتاب المرضٰی باب عیادۃ المریضِ راکبًا و ماشیًا

۳؎ سیرت ابن ھشام عربی جلد۳ صفحہ ۶۸ مطبع مصطفٰی البابی الحلبی مصر۱۹۳۶ء